© rasailojaraid.com

سخت اختلاف ہے۔ بقول علامہ المحقق شوکانی رح، ان تکبیروں کی تعداد اور مقام کے متعلق علمائے سلف کے دس اقوال ہیں (شوکانی ص۳۳۹، ج۳) ہم ان میں سے صحیح تر اقوال لکھنے پر اکتفا کریں گے۔

صحیح مسلک یہ ہے کہ انتقال کی تکبیروں کے علاوہ کل بارہ تکبیریں کہنی چاہئیں سات پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور پانچ دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے۔ از روئے دلائل ہمارے نزدیک یہی مسلک راجح ہے، دلائل یہ ہیں:

۱۔ "عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی عید ثنتی عشرۃ تکبیرۃ، سبعا فی الاولیٰ" (نیل الاوطار ص۳۳۸، ج۳، باب عدد تکبیرات)

کہ زائد تکبیروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں"

۲۔ "وفی روایۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم التکبیر فی الفطر سبع فی الاولیٰ وخمس فی الآخرۃ والقرأۃ بعدھما کلتیھما" (رواہ احمد وابن ماجۃ نیل الاوطار ص۳۳۸، ج۳) "قال الحافظ فی التلخیص صححہ احمد وعلی بن المدینی والبخاری وقال العراقی اسنادہ صالح، عون المعبود ص۴۴۶ ج۱"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عید الفطر میں بارہ تکبیریں ہیں۔ سات پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور پانچ دوسری رکعت سے پہلے"

۳۔ سنن دار القطنی میں اسی عبد اللہ بن عمرو کی حدیث ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین الاضحیٰ والفطر ثنتی عشرۃ تکبیرۃ فی الاولیٰ سبعا وفی الاخیرۃ خمسا سوی تکبیرۃ الاحرام قال شمس الحق فی المغنی حدیث عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الطائفی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ قال الترمذی فی علله الکبیر قال البخاری حدیث الطائفی ایضا صحیح والطائفی مقارب الحدیث۔ دار قطنی مع مغنی ص۱۸۱

۴۔ مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد میں ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"عن نافع انہ قال شهدت الاضحیٰ والفطر مع ابی هریرة فکبر فی الرکعة الاولیٰ سبع تکبیرات قبل القرأة وفی الآخرة خمس تکبیرات قبل القرأة"

(موطا امام مالک)

نافع کہتے ہیں کہ میں نے دونوں عیدیں حضرت ابوہریرۃؓ کے ساتھ پڑھیں انہوں نے پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں اور دونوں میں قرأت سے پہلے، یہ اثر حکماً مرفوع ہے:

"هذا لایکون رایا الا توفیقا یجب التسلیم" (تعلیق المجد)

یہ اجتہادی بات نہیں ہو سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ضرور ہوگا۔ لہٰذا یہ واجب التسلیم ہے"

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

قال العراقی وهو قول اکثر اهل العلم من الصحابة والتابعین والائمة قال وهو مروی عن عمر وعلی وابی هریرة وابی سعید وجابر وابن عمر وابن عباس وابی ایوب وزید بن ثابت وعائشة وهو قول الفقهاء السبعة من اهل المدینة وعمر بن عبد العزیز والزهری ومکحول وبه یقول مالک والاوزاعی والشافعی واحمد واسحاق قال الشافعی والاوزاعی واسحاق وابو طالب وابو العباس ان السبع فی الاولیٰ بعد تکبیرة الاحرام" (نیل الاوطار ص ۳۳۹ ج ۳)

"امام عراقی بارہ تکبیروں کے متعلق کہتے ہیں، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین سے اکثر کا مذہب یہی ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرات ابوہریرۃؓ، ابوسعیدؓ، جابرؓ بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابوایوبؓ، زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہؓ کا بھی یہی قول ہے، فقہاء سبعہ یعنی سعید بن مسیب عروۃ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبدالرحمان، خارجہ بن زید، سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار کا یہی مذہب ہے (یہ سب اہل مدینہ ہیں) اور یہی مذہب ہے عمر بن عبدالعزیز، زہریؒ کا، اور اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ سب اسی کے قائل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلکِ احناف :

امام محمدؒ حضرت نافع والی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

"قد اختلف الناس فی التکبیر فی العیدین فما اخذت بہ فھو حسن وافضل ذالک عندنا ما روی عن ابن مسعود" (مؤطا امام محمد ص۱۳۱)

کہ "لوگوں کا عیدین کی تکبیروں میں اختلاف ہے جس پر تو عمل کرے اچھا ہے لیکن ہمارے نزدیک تو ۹ تکبیروں والی روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے ، افضل ہے"

تکبیروں میں رفع یدین :

کسی مرفوع اور صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زوائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں ۔ عون المعبود میں ہے :

"واما رفع الیدین فی تکبیرات العیدین فلم یثبت فی حدیث صحیح مرفوع"

تاہم "حضرت عبداللہ بن عمرؓ متبع سنت ہونے کے باوصف زوائد تکبیروں میں رفع یدین کیا کرتے تھے" (زاد المعاد ص۱۲۱ ، ج ۱)

خطبہ نمازِ عید کے بعد :

نمازِ عید ادا کرنے کے بعد خطبہ پڑھنا چاہیئے :

"عن ابن عمرؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر یصلون العیدین قبل الخطبۃ ، رواہ الجماعۃ الا ابا داؤد" (نیل الاوطار ص۳۲۳ ج۳)

کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ خطبہ سے پہلے نمازِ عید ادا فرمایا کرتے تھے"

خطبہ :

امام مالکؒ فرماتے ہیں : "لا ینصرف حتیٰ ینصرف الامام" (مؤطا امام مالک ص۱۶۹)

یعنی خطبہ سنے بغیر نہ جانا چاہیئے ۔ (بقیہ بر ص۲۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا عبدالستار فانی

عصمتِ انبیاء علیہ السلام

(۴)

فطری پاکیزگی:

انبیاء علیہم السلام کی فطرت اتنی پاکیزہ اور مطہرہ ہوتی ہے کہ ناہنجاری امت کی چھینٹیں بھی ان کے پاکیزہ اور پُر عصمت دامن پر اثر انداز ہوتی ہیں جیسا کہ قیامت کے دن "تر دامن" لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس بغرضِ شفاعت آئیں گے اور شفاعت کرنے کے متعلق عرض کریں گے تو جنابِ عیسیٰ علیہ السلام یہ فرمائیں گے کہ میں ہرگز اس "کار" کے لائق نہیں ہوں کیونکہ میرے بعد میری قوم نے ذاتِ اقدس کے سوا مجھے معبود بنا لیا تھا اور "ابن اللہ" کہہ ڈالا اور "معبودِ حقیقی" کو فراموش کر دیا۔ حالانکہ اس مقام پر ان کی طرف سے معصیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر مقامِ معصیت اپنوں کی گنہ گاری سے منفعل و متاثر ہوگا۔ معمولی عقل و فراست والا انسان بھی سوچ سکتا ہے کہ جہاں دوسروں کی معصیت سے تاثر و انفعال کا یہ عالم ہو، وہاں بھلا خود اس کی معصیت کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

عہدِ ایزدی:

قرآنِ مقدس میں حضرت ابراہیم السلام کے متعلق یوں ارشاد ہے:

"وإذ ابتلى ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال اني جاعلك للناس اماما قال ومن ذريتي قال لا ينال عهدي الظالمين ۝"

جب حضرت ابراہیمؑ کو ان کے رب تعالیٰ نے آزمایا چند باتوں میں اور آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تمام باتوں میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں، حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی، کہ اے پروردگار، کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ فرمایا کہ "میرا وعدہ ظالموں کے متعلق نہیں"

آیاتِ ربانی سے ظاہر ہے کہ منصبِ امامت کے مصداق و مستحق وہ انبیا علیہم السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد دنیا میں تشریف لائے، اگر ایسے ولیوں کو یہ منصب مل سکتا تو یہ کیوں فرمایا کہ "میرا وعدہ ظالموں کے متعلق نہیں" معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام اور عوام کالانعام میں فرق ہے اور وہ یہی ہے کہ عام لوگ معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن منصبِ رسالت اور فریضہ امامت پر فائز ہونے والے نفوسِ قدسیہ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ بھلا جو خود بحرِ معصیت میں غوطہ زن ہو، وہ منصبِ امامت اور فریضۂ رسالت سے کیا خاک عہدہ برآ ہوگا!

معیارِ انتخاب:

دامنِ رسالت کو داغِ معصیت سے داغدار کرنے یا ماننے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ عوام الناس بھی انتخاب میں کسی ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جو ان کا پورا پورا حمایتی ہو اور جس کا ایک فیصد بھی ان کے خلاف جانے کا احتمال نہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ لوگ انتہائی طور پر "قلیل العلم" اور عدیم الفہم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں کو اپنی منتخب کردہ شخصیت کے ہاتھوں تباہ کن نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شدید مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آج ہمارے ملک کا حال ہے۔ لیکن پروردگارِ کائنات چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دنیا میں اپنی خلافت کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب کرے جس سے مخلوقِ خدا تنگ ہو۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی رسالت کے لئے کسی قابل ترین شخصیت کا انتخاب اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور اسے انسانوں کی قوتِ فکر و نظر پر موقوف نہیں رکھا۔ سفارتِ الٰہیہ کا کام اس قدر اہم اور نازک ہے کہ اس میں ذرا سی کوتاہی سے کارگاہِ رسالت اور کارخانۂ نبوت زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ عرق ریز عہدہ اور زہرہ گداز منصب ان شخصیتوں کو عطا ہوا ہے جو منہاجِ اعتدال پر

© rasailojaraid.com